کتب شروحِ حدیث، بطور مصدر کتبِ سیرت

محمد عبدالقوی*

محمد ہمایوں عباس شمس**

کتاب لاریب، قرآن کریم کے فہم کے لیے جس طرح کتب تفاسیر کی اشد ضرورت ہوتی ہے اسی طرح احادیث نبویہ ﷺ کے کما حقہ فہم کے لیے بھی کتب شروحِ حدیث کی ضرورت ایک مسلمہ حقیقت ہے جس سے مفر نہیں ہوسکتا، بلکہ اسی ضرورت کے پیشِ نظر بالخصوص عربی اور بالعموم دیگر زبانوں میں کتب حدیث کی شروح لکھی گئیں دراصل جب تیسری صدی ہجری کے آخر میں تدوینِ حدیث کا کام آخری مراحل میں داخل ہوا(۱) تو اس وقت علمِ حدیث میں یدطولیٰ رکھنے والے یکتائے عصر علماء، احادیث نبویہ کے صحیح افہام وتفہیم کے لیے ان کی تشریح وتوضیح کی طرف ملتفت ہوئے، پس علم حدیث میں اس نئے رجحان کے سبب، شرح حدیث میں سب سے پہلے جو کتاب منظرِ عام پر آئی وہ ابن جریر طبریؒ (م۳۱۰ھ) کی تہذیب الآثار ہے، اس کے بعد امام طحاویؒ (م۳۲۱ھ) نے شرح معانی الآثار لکھی اور پھر ابو سلیمان خطابیؒ (م۳۸۸ھ) کی معالم السنن فی شرح سنن ابی داؤود اور اعلام الحدیث فی شرح صحیح البخاری کا نام آتا ہے پھر شرح حدیث کے اس رجحان میں مزید اضافہ ہوا اور کتب شروح حدیث متداول ہوئیں، حتیٰ کہ کتب حدیث کی شرح کا یہ تسلسل صدی درصدی منتقل ہوکر عہدِ حاضر تک مستمر ہے۔

سیرت نگاری کے دوران سیرت نگاروں کا اصل مصدر اگرچہ قرآن کے بعد حدیث ہی تھا، لیکن جب کتب شروح حدیث منظرِ شہود پر آئیں تو سیرت نگار سیرت نگاری میں کتب حدیث کے ساتھ کتب شروح حدیث سے بھی استفادہ کی طرف راغب ہوئے، حتیٰ کہ کتب شروح حدیث کے متداول ہونے کے بعد کی مؤلفہ کتب سیرت میں ایک نئی روش سامنے آئی، اور وہ سیرت نگاری میں کتب شروح حدیث سے استفادہ کا طرزِ عمل ہے، پھر وقت گذرنے کے ساتھ اس رجحان میں اس قدر اضافہ ہوا کہ سیرت نگاری میں کتب حدیث کے ساتھ کتب شروح حدیث سے بھی استفادہ کرنا منہج سیرت نگاری کا ایک حصہ بن گیا، اور تا حال یہ منہج سیرت نگاروں کا معمول بہ ہے، یعنی ہر عہد کے سیرت نگاروں نے کتب شروح حدیث سے ہر ممکن حد تک خوشہ چینی کی ہے جس پر مختلف ادوار کی مصنفہ کتب سیرت شاہد ہیں، جیسا کہ السیرۃ النبویۃ واخبار الخلفاء لابن حبان (م۳۵۴ھ)، شرف المصطفیٰ لابی سعد الخرکوشی (م۴۰۷ھ)،

* پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ وعربی، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد، پاکستان۔

** ڈین فیکلٹی آف اسلامک اینڈ اورینٹل لرننگ جی۔سی۔ یونیورسٹی فیصل آباد، پاکستان۔

الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ لقاضی عیاض (م ۵۴۴ھ)،الروض الانف فی شرح السیرۃالنبویۃللسہیلی(م۵۸۱ھ)، الاکتفاء بما تضمنه من مغازی رسول الله ﷺ لسلیمان بن موسی الحمیدی(م۶۳۴ھ)، زاد المعاد لابن القیم(م۷۵۱ھ)،السیرۃ النبویة لابن کثیر(م۷۷۴ھ)، غایة السول لابن الملقن(م۸۰۴ھ)،امتاع الاسماع لابی العباس تقی الدین المقریزی(م۸۴۵ھ)،بهجةالمحافل لیحی بن أبی بکرالعامری(م۸۹۳ھ)،المواهب اللدنیة للقسطلانی (م۹۲۳ھ)، سُبل الهدیٰ والرشاد(م۹۴۲ھ)،السیرۃ الحلبیۃلابی الفرج علی بن ابراهیم(م۱۰۴۴ھ)، شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیة(م۱۱۲۲ھ)،مستعذب الاخبار باطیب الأخیارلابی مدین الفاسی(م۱۱۳۲ھ)،نهایة الایجازفی سیرة ساکن الحجاز لرفاعة رافع بن بدوی(م۱۲۹۰ھ)،وسائل الوصول الی شمائل الرسولﷺ لیوسف بن اسماعیل النبهانی(م۱۳۵۰ھ)،الرحیق المختوم لصفی الرحمن المبارکفوری(۱۴۲۷ھ)**اور دیگر معروف کتب سیرت میں کتب شروح حدیث کے اقتباسات پائے جاتے ہیں، بطور مثال صرف شارح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی** (م۸۵۲ھ)**سے ہی سیرت نگاروں نے اس قدر استفادہ کیا ہے کہ ان کا** بهجة المحافل و بغیة الاماثل لیحیٰ بن ابی بکر العامری (م۸۹۳ھ)**میں تقریباً تیرانوے**،الشمائل الشریفة للسیوطی(م۹۱۱ھ)**میں یک صد بتیس**،المواهب اللدنیة للقسطلانی (م۹۲۳ھ)**میں یک صد چالیس**،سبل الهدی والرشاد لمحمد بن یوسف صالحی(م۹۴۲ھ)**میں چھیالیس**،اشرف الوسائل الی فهم الشمائل لابن حجر الهیتمی(م۹۷۴ھ)**میں بتیس**،جمع الوسائل فی شرح الشمائل لملا علی القاری(م۱۰۱۴ھ)**میں چار صد اکہتر**،السیرۃ الحلبیة لعلی بن ابراهیم الحلبی(م۱۰۴۴ھ)**میں یک صد ستر**،شرح الزرقانی علی المواهب(م۱۱۲۲ھ)**میں یک صد چوہتر**،نهایة الایجاز فی سیرة ساکن الحجاز لرفاعة رافع بن بدوی(م۱۲۹۰ھ)**میں بیس**،انارة الدجی فی مغازی خیر الوری لحسن المشاط (م۱۳۹۹ھ)**میں چھ**،الاساس فی السنة وفقهها السیرة النبویة لسعید حوی(م۱۴۰۹ھ)**میں دوصد چار اور** منتهی السؤل علی وسائل الوصول لعبدالله اللحجی(۱۴۱۰ھ)**میں تین صد تینتالیس مرتبہ ذکر ملتا ہے۔اوراسی طرح اردو کتب سیرت بھی کتب شروح حدیث کے اقتباسات سے مملوء ہیں بلکہ یہ کہنا بجا ہوگا کہ اردو سیرت نگاروں نے بھی اپنی کتب کی تالیف کے دوران کتب شروح حدیث سے خاطر خواہ مدد لی ہے۔**

اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ سیرت نگاری میں شارحین حدیث سے اہل سیرت کے استفادہ کی نوعیت کیا ہے تو یاد رہے کہ اہل سیر اپنی کتب سیرت میں کتب شروح حدیث کے اقتباسات کو اکثر کسی قول کی تشریح، خاص موقف کی تائید، سندِ حدیث کی صحت، مشکل لفظ کی تفہیم، روایت میں منقول اختلاف اور اعراب کی توضیح وغیرہ

کے ضمن میں نقل کرتے ہیں،اور یہ مذکورہ امور، سیرت کے ذیلی یا تکمیلی اُمور بھی کہلاتے ہیں لیکن جہاں تک واقعاتی سیرت کا تعلق ہے تو اس بابت اہل سیر نے شروح حدیث سے بہت ہی کم یا پھر کسی تحقیقی ضرورت کے پیش نظر ہی استفادہ کیا ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ کتب شروح حدیث واقعاتی سیرت سے متعلق بہت کم جبکہ احادیث نبویہ کے متن اور سند کے مغلق اور مبہم مقامات کی توضیح وتشریح میں زیادہ مواد فراہم کرتی ہیں تو اس لیے واقعاتی سیرت کی تفصیل ان میں مذکور نہیں ہوتی۔ مگر ابن حجرؒ اور بدرالدین عینیؒ نے اپنے ماقبل شارحین کے منہج واسلوب کے برعکس اپنی شروح بخاری میں واقعاتی سیرت کو کافی جگہ دی ہے، اس کے باوجود کہ سیرت نگاروں نے ابن حجرؒ سے کثیر حد تک استفادہ کیا ہے، لیکن واقعاتی سیرت میں ان سے بہت ہی کم نقل کیا ہے پس کہا جاسکتا ہے کہ سیرت نگار واقعاتی سیرت کو حدیث، سیرت اور تاریخ کے بنیادی مصادر سے جبکہ اس سے متعلق بعض امور (جن کا ابھی مذکورہ بالاسطور میں ذکر ہوا ہے) کو کتب شروح حدیث سے نقل کرتے ہیں۔ پس کتب شروح حدیث سے سیرت نگاروں کے استفادہ کی نوعیت کی وضاحت کے لیے عربی اور اردو کتب سیرت کے چند ایک اقتباسات بطور نموذج ذیل میں مندرج ہیں:

ا۔ خطا کی نشان دہی اور اس کی تصویب

دلائل النبوة للبيهقیؒ کا شمار بنیادی مصادرِ سیرت میں ہوتا ہے اس میں امام ابوبکر بیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) نے چند ایک مقامات پر حدیث نبوی ﷺ کو بیان کرنے کے بعد خطابیؒ کا قول ذکر کیا ہے، جیسا کہ امام بیہقیؒ حدیث بیان کرتے ہیں کہ کسی شخص نے حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے اپنا خواب بیان کیا کہ یارسول اللہ! میں نے آج رات خواب میں سائبان (ابر یا بادل) کو دیکھا کہ اس سے گھی اور شہد ٹپک رہا ہے اور میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ ان کو اپنے ہاتھوں پر لے رہے ہیں، پس کچھ لوگ زیادہ لے رہے ہیں اور کچھ لوگ کم لے رہے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آپ ﷺ سے اس خواب کی تعبیر بیان کرنے کی اجازت مانگی تو بارگاہِ مصطفوی سے اذن پا کر جب وہ تعبیر بیان کر چکے تو عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں نے خواب کی تعبیر صحیح بیان کی ہے یا اس میں خطا کی ہے؟ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: أَصَبْتَ بعضا و اخطأت بعضا (۲) تو اس مذکورہ عبارت کی توضیح میں امام بیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) نے ابوسلیمان خطابیؒ (م ۳۸۸ھ) کا قول نقل کیا ہے، جس میں ابوسلیمان خطابیؒ، حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بیان تعبیر میں خطا کی نوعیت بیان کرتے ہیں، اور پھر اس خواب کی بیان کی گئی مذکورہ تعبیر کی ایک اور قول کے ساتھ تصویب کرتے ہیں، پس حدیث مذکور کی عبارت أَصَبْتَ بعضا و اخطأت بعضا کی وضاحت میں امام بیہقیؒ نے ابوسلیمان خطابیؒ کا جو قول نقل کیا ہے وہ ذیل میں ملاحظہ ہو:

"قال أبو سليمان الخطابی: اختلف الناس فی تأويل قوله عليه السلام:"أصبت بعضا

وأخطأت بعضا“۔ فقال بعضهم:انما صوبه فی تأويل الرؤياوخطأه فی الافتيات بالتعبير بحضرة رسول الله ﷺ ۔ وقال بعضهم: موضع الخطأ فی ذلك أن المذكورفی الرؤيا شيئان وهما: السمن والعسل فعبر هما علی شیء واحد وهو القرآن وكان حقه أن يعبر كل واحد منهما علی انفراده ، وانما هما:الكتاب والسنة: لأنها بيان الكتاب الذی أُنزل عليه۔ قال : وبلغنی هذا القول أوقريب من معناه، عن أبی جعفر الطحاوی۔“(۳)،(٤)

”ابوسلیمان خطابیؒ نے کہا: لوگوں نے آپ علیہ الصلوۃ والسلام کے فرمان أصبت بعضا وأخطأت بعضا کی تاویل میں اختلاف کیا ہے، ان میں سے بعض نے کہا: آپ ﷺ نے خواب کی تاویل بیان کرنے میں ان کی تصویب فرمائی ہے اوران کی خطا تو رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں تعبیر بتانا ہے، اور کچھ نے کہا: اس تعبیر میں خطا کی جگہ یہ ہے کہ خواب میں دو چیزیں مذکور ہیں اوروہ دو چیزیں گھی اور شہد ہیں ، پس انہوں نے ان دونوں چیزوں کی تعبیر ایک ہی چیز سے کی ہے اوروہ قرآن ہے، اوران کا حق یہ تھا کہ ان دونوں چیزوں میں سے ہر ایک چیز کی علیحدہ چیز کے ساتھ تعبیر بیان کرتے ، اور بلاشبہ وہ دونوں چیزیں قرآن اورسنت ہیں، کیونکہ یہ اس کتاب کا بیان ہے جو آپ ﷺ پر نازل کی گئی ہے اورابن الخطابیؒ نے کہا: مجھے یہ قول مذکور یا پھراس کے قریب المعنیٰ قول ابوجعفر طحاویؒ سے پہنچا ہے۔“

۲۔اختلاف روایت کا بیان

الشفا بتعريف حقوق المصطفیٰ کا سیرت کے اولین مصادر میں شمار ہوتا ہے اس میں قاضی عیاض مالکیؒ (م ۵۴۴ھ)،حضور نبی کریم ﷺ کو سفر میں ، قیلولہ کے دوران پیش آنے والا ایک معروف واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی نے آپ ﷺ کی تلوار تھام کرآپ سے کہا: بتاؤ! اب تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میرااللہ! تو اس کے ہاتھ کانپنے لگے حتی کہ تلوار گرگئی اوراس نے درخت میں ٹکر ماری اوراس کا بھیجا نکل گیا(۵)،علامہ قاضی عیاضؒ اسی مذکورہ واقعہ کواس کے مقام وقوع اورواقعاتی اختلاف کے اعتبار سے مختلف طور پرنقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس واقعہ کوصحیح (بخاری) میں بھی روایت کیا گیا ہے(٦) اوراس قصہ کے صاحب کا نام غورث بن حارث تھا اور نبی کریم ﷺ نے اسے معاف فرما دیا تھا اور جب وہ واپس اپنی قوم کے پاس آیا تو کہنے لگا: میں تمہارے ہاں اس شخص کے پاس سے آرہا ہوں جو تمام انسانوں سے بہتر ہے اوراسی طرح کا ایک اور واقعہ بھی بیان کیا گیا ہے جوآپ ﷺ کوغزوۂ بدر کے دن پیش آیا تھا کہ آپ ﷺ قضائے حاجت کے لیے اپنے اصحاب سے علیحدہ ہوئے تو ایک منافق آپ کے پیچھے ہولیا، آگے واقعہ اسی طرح ہے جیسا کہ مذکور ہوا ہے۔اورروایت کیا گیا ہے کہ ایسا ہی ایک واقعہ غزوۂ غطفان کے وقت ذی امر کے مقام پر ایک اور شخص کے ساتھ پیش آیا جس کا نام دعثور بن حارث تھا اوراس نے اسلام قبول کرلیا تھا پس جب وہ اپنی قوم میں واپس گیا تو جس نے اس کواس کام پراُکسایا تھا، وہ ان کا سردار اور ان میں سب سے زیادہ شجاع تھا وہ اس سے کہنے لگا: تم جو کہتے تھے ،وہ کہاں

ہے؟ اوراس نے تم پر غلبہ پالیا، تواس نے کہا: میں نے ایک دراز قد سفید آدمی کو دیکھا اس نے میرے سینے پر مارا، بس میں پیٹھ کے بل گر پڑا اور تلوار گر گئی، میں نے پہچان لیا کہ وہ فرشتہ ہے اور میں اسلام لے آیا، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس واقعہ کے وقت یہ آیت نازل ہوئی:

یَاأَیُّهَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اذْكُرُوْا نِعمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ أنْ یَبْسُطُوْا اِلَیْكُم أَیْدِیَهُم(۷)،(۸)

''اے ایمان والو! یاد کرو اللہ کی نعمت جو تم پر ہوئی جب پختہ ارادہ کر لیا تھا ایک قوم نے کہ بڑھائیں تمھاری طرف اپنے ہاتھ''

علامہ قاضی عیاض اس مذکورہ تعدد روایت کو نقل کرنے کے بعد شارح بخاری ابو سلیمان خطابی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

وفی روایة الخطابیؒ أن غورث بن الحارث المحاربی أراد أن یفتك بالنبی ﷺ فلم یشعر به الاوهو قائم علی رأسه منتضیا سیفه فقال اللهم اکفنیه بما شئت فانکب من وجهه من زلخة زلخها بین کتفیه وندر سیفه من یده.(۹)،(۱۰)

''اور خطابیؒ کی روایت میں ہے کہ غورث بن حارث محاربیؒ نے ارادہ کیا کہ وہ نبی کریم ﷺ کو دھوکہ سے شہید کر دے، آپ ﷺ کو اس کا اس وقت پتہ چلا کہ جب وہ اپنی تلوار سونت کر آپ کے سر پر کھڑا تھا، پس آپ نے عرض کیا: یا اللہ! جس طرح تو چاہے مجھے اس سے محفوظ فرما، پھر وہ اپنے دونوں کندھوں کے درمیان اعصاب کے تناؤ کی درد کی وجہ سے اچانک ایک طرف ہو کر منہ کے بل گر پڑا اور اس کی تلوار بھی اس کے ہاتھ سے نکل گئی۔''

۳۔شرعی حیثیت کا تعین

الفصول فی السیرة ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیرؒ (م۷۷۴ھ) کی تصنیف لطیف ہے،ابن کثیرؒ تفسیر، سیرت اور تاریخ کی دنیا کا ایک تابندہ نام ہے انہوں نے اپنی کتاب ''الفصول فی السیرۃ'' میں حضور ختمی مرتبت ﷺ کے قیام اللیل کی بحث کے دوران اس کی شرعی حیثیت کے تعین میں امام نوویؒ کا بطور تائید جو قول نقل کیا ہے وہ ذیل میں ملاحظہ ہو:

"وحکی الشیخ أبو حامد رحمه الله تعالی ، عن الامام أبی عبد الله الشافعی رحمه الله تعالی: أن قیام اللیل نسخ فی حقه صلی الله علیه وسلم کما نسخ فی حق الأمة ، فانه کان واجبافی ابتداء الاسلام علی الامة کافة ، قال الشیخ أبو عمرو بن الصلاح: وهذا هو

الصحیح الذی تشهد له الأحادیث، منها حدیث سعد بن هشام عن عائشة، وهو فی الصحیح معروف(۱۱)۔وکذا قال أبو زکریا النووی رحمه الله تعالی۔"(۱۲)،(۱۳)

''اور شیخ ابو حامد رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوعبد اللہ شافعیؒ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ کے حق میں قیام اللیل اسی طرح منسوخ ہوگیا تھا کہ جس طرح امت کے حق میں منسوخ ہوا تھا، پس وہ ابتداء اسلام میں ساری امت پر واجب تھا، شیخ ابوعمرو بن الصلاحؒ نے کہا: اور یہی وہ صحیح موقف ہے کہ جس پر احادیث شاھد ہیں، اور ان احادیث میں سے ایک حدیث حضرت سیدہ عائشہؓ سے مروی سعد بن ھشام کی حدیث ہے اور وہ صحیح میں معروف ہے اور ابوزکریا النوویؒ نے بھی ایسے ہی کہا ہے۔''

۴۔خاص لفظ کی تفہیم

''بھجة المحافل وبغیة الاماثل فی تلخیص المعجزات والسیر والشمائل ''یحیٰی بن أبی بکر العامری الحرضیؒ (م۸۹۳ھ) کی کتاب ہے اس میں وہ صحیح بخاری کی ایک روایت نقل کرتے ہیں، جس میں ہے کہ حج کے ایک موقع پر حضرت ابن عباسؓ نے حضرت عمر بن خطابؓ سے ایک قرآنی آیت کے بارے میں استفسار کیا تو حضرت عمر فاروق اعظمؓ نے ان کو جواب دینے سے قبل یہ جملہ کہا:

"وَاعَجَباً لَكَ یَاابن عباس"(۱٤)

''اے ابن عباس! تجھ پر تعجب ہے''

علامہ یحیٰی بن ابی بکر العامریؒ (م۸۹۳ھ) اس مذکورہ جملہ کی وضاحت کرتے ہوئے لفظ ''عَجَباً'' کی صرفی تحلیل میں شارح بخاری حافظ ابن حجرؒ (م۸۵۲ھ) کا قول نقل کرتے ہیں:

"(واعجبا لك یا بن عباس) تعجب منه کیف خفی علیه هذا مع شهرته بعلم التفسیر وحرصه علیه ومداخلته کبار الصحابة وأمهات المؤمنین قال ابن حجر ویجوز فی عجبا التنوین وترکه بالمنون اسم فعل بمعنی اعجب وغیره مصدر أضیف الی الیاء ثم قلبت ألفا"(۱۵)،(۱٦)

''اور اے عباس! تم پر تعجب ہے، یعنی انہیں (عمر بن خطاب کو)، اُن (ابن عباس) سے تعجب ہے کہ علم تفسیر میں ان کی شہرت، ان کے شوق اور کبار صحابہ کرامؓ اور اُمہات المؤمنین کے ہاں ان کی آمدورفت کے باوجود ان سے یہ بات کیسے مخفی رہی، ابن حجرؒ نے کہا: کلمہ ''عَجَباً'' میں تنوین جائز ہے اور اس کو منون رکھنا ''اَعْجَبُ'' کے معنی میں اسم فعل ہے اور اس کے علاوہ یہ مصدر ہوگا تو اس کی ''یا'' کی طرف اضافت کی گئی (یعنی عجبی) پھر ''یا'' کو الف سے بدل دیا گیا۔''

۵۔ایک مؤقف کے رد و تائید میں اقوال کی تقدیم

المواهب اللدنية بالمنح المحمدية **ابو العباسؒ**، **شہاب الدینؒ**، **أحمد بن محمد قسطلانیؒ** (م ۹۲۳ھ) کی مشہور زمانہ کتابِ سیرت ہے، علامہ قسطلانیؒ اس میں حدیث نبوی ''لكل نبى دعوة يدعو بها، واريد أن أختبئى دعوتى شفاعة لأ متى فى الا خرة (۱۷) کے ضمن میں حضور نبی کریم ﷺ کی دعاؤں کے مستجاب اور غیر مستجاب ہونے کی بابت اپنا موقف بیان کرتے ہوئے پہلے شارح بخاریؒ علامہ شمس الدین کرمانیؒ (م ۷۸٦ھ) کا قول نقل کرتے ہیں اور پھر اُس کے رد میں شارح بخاری بدرالدین عینیؒ کی عمدة القاری سے اقتباس پیش کرتے ہیں پھر علامہ عینیؒ کے موقف کی تائید کرتے ہوئے نتیجہ کلام اخذ کرتے ہیں۔

پس علامہ قسطلانی لکھتے ہیں کہ ایک طرف تو حدیث پاک میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر نبی کی ایک دعا مستجاب ہوتی ہے جس کے ساتھ وہ دعا کرتا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ میں اپنی اس دعا کو آخرت میں اپنی امت کی شفاعت کے لیے چھپالوں، پھر دوسری طرف معاملہ یہ ہے کہ ہمارے نبی ﷺ اور کثیر انبیاء علیہم الصلوۃ والتسلیم کی بہت سی دعائیں قبول ہوئی ہیں تو اس حدیث کے ظاہر اور آپ ﷺ اور دیگر انبیاء کی متعدد دعاؤں کے قبول ہونے کے معاملہ میں اشکال پیدا ہوگیا ہے،(۱۸) تو علامہ قسطلانیؒ اس مذکورہ اشکال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''میں (قسطلانی) اس کا جواب دیتا ہوں کہ مذکورہ دعا کی اجابت سے مراد اجابتِ قطعی ہے اور اس (قطعی الاجابت) دعا کے علاوہ جو باقی دعائیں ہیں پس وہ امید اجابت پر محمول ہیں، اور ایک قول یہ ہے کہ آپ ﷺ کے فرمان ''لكل نبی دعوة'' سے ہر نبی کی افضل ترین دعا مراد ہے اگرچہ ان کی اور بھی دعائیں ہوتی ہیں، اور ایک قول یہ ہے کہ وہ انبیاء میں سے ہر ایک نبی کی عمومی دعا ہوتی ہے جو اس نبی کی امت کے حق میں مستجاب ہوتی ہے، چاہے وہ امت کی ہلاکت کی دعا ہو یا اس کی نجات کی، اور جہاں تک خصوصی دعاؤں کا تعلق ہے تو ان میں سے کچھ مستجاب ہوتی ہیں اور کچھ غیر مستجاب، اور ایک قول یہ ہے کہ انبیاء میں سے ہر نبی کے پاس ایک دعا ہوتی ہے چاہے وہ اسے اپنی دنیا کے ساتھ خاص کرلے یا اپنی ذات کے ساتھ (یعنی اس میں انہیں اختیار ہوتا ہے) جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کا قول: ''رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكَافِرِيْنَ دَيَّارًا''(۱۹) ''اے میرے رب! نہ چھوڑ روئے زمین پر کافروں میں سے کسی کو بستا ہوا'' اور حضرت زکریا علیہ السلام کا قول: ''فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا يَرِثُنِى''(۲۰) ''پس بخش دے مجھے اپنے پاس سے وارث جو وارث بنے میرا'' اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا قول: رَبِّ هَبْ لِيْ مُلْكًا لَا يَنْبَغِىْ لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِى، اللہ

عزوجل کے اس فرمان کی طرف اشارہ ہے:قَالَ رَبِّ اغۡفِرۡلِی وَ ھَبۡ لِیۡ مُلۡکاً لَایَنۡبَغِیۡ لِاَحَدٍ مِنۡ بَعۡدِی اِنَّکَ اَنۡتَ الۡوَھَّاب(۲۱)،(۲۲)''عرض کی میرے رب ! مجھے معاف فرما دے اور عطا فرما مجھے ایسی حکومت جو کسی کو میسر نہ ہو میرے بعد بے شک تو ہی بے انداز عطا کرنے والا ہے''

علامہ قسطلانی اپنے اس مؤقف کو ذکر کرنے کے بعد شارحین حدیث کے اقوال کو نقل کر کے اپنا نتیجہ کلام کیسے پیش کرتے ہیں وہ ذیل میں ملاحظہ ہو:

''وأما قول الكرمانى فى شرحه على البخارى:فان قلت : هل جاز أن لا يستجاب دعاء النبىﷺ ؟قلت : لكل نبى دعوة مستجابة، واجابة الباقى فى مشيئة الله تعالىٰ(۲۳)، فقال العينیؒ: هذاالسؤال لايعجبنى، فان فيه بشاعة،وأنالاأشك أن جميع دعوات النبىﷺ مستجابة۔ وقوله "لكل نبى دعوة مستجابة" لاينفى ذلك ، لأنه ليس بمحصور انتهى۔(۲٤) ولم ينقل أنهﷺ دعا بشئى فلم يستجب وفى هذا الحديث بيان فضيلة نبينا ﷺ على سائر الانبياء حيث ا ثر أُمته على نفسه وأهل بيته بدعوته المجابة ، ولم يجلعها دعاء عليهم بالهلاك كما وقع لغيره، صلوات الله وسلامه عليهم ۔''(۲٥)

''اور جہاں تک علامہ کرمانیؒ کے اس قول کا تعلق ہے جو ان کی شرح بخاری میں ہے کہ پس اگر تو کہے: کیا یہ جائز ہے کہ نبی ﷺ کی دعا مستجاب نہ ہو؟ میں (کرمانیؒ) کہتا ہوں: ہر نبی کی ایک دعا مستجاب ہوتی ہے اور باقی دعاؤں کی اجابت اللہ تعالیٰ کی مشیت میں ہوتی ہے۔پس عینیؒ نے کہا: یہ سوال مجھے اچھا نہیں لگا کیونکہ اس میں کراہت ہے اور مجھے نبی ﷺ کی دعاؤں کے مستجاب ہونے میں کوئی شک نہیں ہے آپ ﷺ کا فرمان ''لكل نبى دعوة'' ان (جملہ دعاؤں کی قبولیت کے موقف) کی نفی نہیں کرتا کیونکہ یہ حصر کے ساتھ نہیں ہے، عینیؒ کا کلام ختم ہوا۔اور یہ منقول نہیں ہے کہ نبی ﷺ نے کسی چیز کے بارے میں دعا کی ہو اور وہ قبول نہ ہوئی ہو، اور اس حدیث میں ہمارے نبی ﷺ کی تمام انبیاء پر فضیلت کا بیان ہے چونکہ آپ ﷺ نے اپنی امت کو اپنی ذات اور اپنی اہل بیت پر مستجاب دعا کے ساتھ ترجیح دی ہے اور آپ ﷺ نے یہ دعا ان کی ہلاکت کے حق میں نہ مانگی جیسا کہ آپ ﷺ کے علاوہ اور انبیاء سے ایسا واقع ہوا ہے، صلوات الله وسلامه عليهم۔''

۶۔افضلیت کا تعین

حدائق الأنوار ومطالع الأسرار فى سيرة النبى المختار میں اس کے مؤلف محمد بن عمر بن مبارک

بحرق یمنیؒ (م ۹۳۰ھ) نے حضور شارع علیہ الصلوۃ والسلام کے عہد بچپن کے واقعہ شقِ صدر کے ضمن میں آب زم زم کی آب کوثر پر افضلیت کو شارح بلقینیؒ کے قول سے ثابت کیا ہے، چنانچہ علامہ بحرق یمنیؒ لکھتے ہیں:

”وظهرت لها فی صغره مخائل نبوته ، وأخذه الملكان من بين الصبيان ، فشقا من تحت صدره الى سرته، فاستخرجا منه علقة سوداء، وقالا:هذا حظ الشيطان ، وغسلاه بماء الكوثر، ثم ختماه بالحكمة والايمان۔ قلت: المشهور فی الاحاديث الصحيحة أنهما غسلاه بماء زمزم۔ فلذلك جزم البلقينی وغيره من المتأخرين أن ماء زمزم أفضل من الكوثر“(٢٦)،(٢٧)

''اورآپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن میں ہی آپ کی نبوت کے آثار ان (حلیمہ سعدیہ) پر ظاہر ہوگئے تھے، اورآپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو فرشتوں نے بچوں کے درمیان سے لیا اورآپ کے سینے سے لے کر ناف تک کی جگہ کو شق کردیا۔ پھر اس سے ایک سیاہ لوتھڑا نکالا اوراُن دونوں نے کہا: یہ شیطان کا حصہ ہے، اورانھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آب کوثر سے غسل دیا پھر حکمت اور ایمان کی خاتم ثبت کردی، میں (محمد بن عمر بحرق یمنی) کہتا ہوں: احادیث صحیحہ میں یہی ہے کہ ان دونوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آب زم زم سے غسل دیا۔ پس اسی لیے بلقینی اوران کے علاوہ متاخرین علماء نے اس بات پر جزم کیا ہے کہ آب زم زم، آب کوثر سے افضل ہے۔''

۷۔غیر مذکور امر کا ذکر

انسان العيون فی سيرة الأمين المأمون المعروف بالسيرة الحلبية سیرت کی معروف ترین کتاب ہے اس میں علامہ ابوالفرج علی بن ابراهیم الحلبیؒ (م ۱۰۴۴ھ) نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ایک حدیث نقل کی ہے، جس میں ام المؤمنین سیدہ عائشہؓ نے ایک شخص کا ذکر اس کا نام لیے بغیر کیا ہے کہ وہ بارگاہ مصطفوی میں اذن لے کر حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بیٹھنے سے پہلے اس کی بدخصلتی کو بیان کیا لیکن اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص سے خندہ روئی کے ساتھ پیش آئے اور پھر اس کے چلے جانے کے بعد حضرت عائشہؓ نے آپ سے عرض کیا: یارسول اللہ: جب آپ نے اس مرد کو دیکھا تھا تو آپ نے اس اس طرح کہا تھا، پھر آپ بہت خندہ پیشانی کے ساتھ اُس سے ملے اور بہت کشادہ روئی کے ساتھ اس سے باتیں کیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! تم نے مجھے کب بدگو پایا؟ اللہ کے نزدیک قیامت کے دن سب سے بُرا شخص وہ ہوگا جس سے لوگ اس کے شر کی وجہ سے ملنا چھوڑ دیں،(۲۸)،(۲۹) تو اس محولہ بالا حدیث کو ذکر کرنے کے بعد علامہ ابوالفرج حلبیؒ پہلے شارح بخاری ابن بطالؒ کے

حوالے سے حدیث میں مذکور شخص کا نام ذکر بتاتے ہیں اور پھر مزید یہ بھی لکھتے ہیں کہ لوگوں میں وہ کس نام سے معروف تھا، پس اس ضمن میں علامہ حلبیؒ کا ابن بطالؒ سے اخذ کردہ اقتباس ملاحظہ ہو:

”قال ابن بطال رحمه الله: ان هذا الرجل هو عيينة بن حصن، لأنه كان يقال له الأحمق المطاع، وهو ﷺ انما تطلق فی وجهه تألفا له ليسلم قومه“(۳۰)،(۳۱)

”ابن بطالؒ نے کہا: یہ شخص عیینہ بن حصن تھا، اُسے ”الاحمق المطاع“ کہا جاتا تھا اور یہ آپ ﷺ ہی ہیں جو اس کو مانوس کرنے کے لیے اس سے خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آئے تاکہ اس کی قوم اسلام قبول کرلے۔“

۸۔تعداد کا تعین

وسائل الوصول الی شمائل الرسول ﷺ، امام یوسف بن اسماعیل النبہانیؒ م ۱۳۵۰ھ کی گراں قدر تألیف انیق ہے جس میں حضور شارع علیہ السلام کے شمائل ،احوال اور رؤیت کا مبسوط بیان ہے،امام نبہانیؒ اپنی اس کتاب مستطاب میں حضور رسول محتشم ﷺ کے اسماء مبارکہ کی فصل کا آغاز امام نوویؒ کے قول سے کرتے ہیں اور پھر مزید یہ بھی بتاتے ہیں کہ امام نووی سے منقول قول مذکور قاضی ابوبکر ابن العربیؒ کی شرح ترمذی سے مقتبس ہے جس میں وہ رسول اللہ ﷺ کے اسماء مبارکہ کی تعداد کا ذکر کرتے ہیں ، پس امام نبہانیؒ لکھتے ہیں:

اعلم، أن لرسول الله ﷺوسلم أسماء كثيرة، قال الامام النووی فی التّهذيب (۳۲): قال الامام الحافظ القاضی أبو بكر ابن العربی المالكی فی كتابه عارضة الأحوذی فی شرح التّرمذی: قال بعض الصوفية: لله عزوجل ألف اسم، وللنبی صلی الله عليه وسلم ألف اسم۔(۳۳)

”تو جان کہ رسول اللہ ﷺ کے اسماء کثیر ہیں ، امام نوویؒ نے ”التھذیب“ میں کہا: امام حافظ قاضی ابوبکر ابن العربی المالکیؒ نے اپنی کتاب ”عارضة الأحوذی فی شرح الترمذی“ میں کہا ہے :بعض صوفیہ نے کہا کہ اللہ عزوجل کے ہزار نام ہیں اور حضور نبی ﷺ کے ہزار نام ہیں“

۹۔حدیث کی تخریج اور صحت پر کلام

منتهی السؤل علی وسائل الوصول الی شمائل الرسو ل ﷺ ،عبداللہ بن سعید بن محمد عبادی اللحجی المکیؒ م ۱۴۱۰ھ کی شمائل رسول کریم ﷺ پر ضخیم کتاب ہے جس میں وہ حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کے خلق باکمال کی فصل میں محاسن اعمال کے عنوان کے تحت صلح کروانے کی بابت حدیث نقل کر کے پہلے اس کی متعدد کتب حدیث سے تخریج کرتے ہیں اور بعدازاں اس کی صحت پر حافظ ابن حجرؒ کے حوالے سے کلام کرتے ہیں ، چنانچہ شیخ

عبداللہ بن سعید اللحجی المکیؒ لکھتے ہیں:

"وقال صلى الله عليه وسلم : ألاأخبركم بأفضل من درجة الصلاة والصيّام والصدقة!قالوا:بلى !قال: اصلاح ذات البين وفساد ذات البين هى الحالقة، رواه أبو داود(٣٤)، والترمذى(٣٥) وصحّحه؛ من حديث أبى الدرداء ، ورواه كذ لك الامام أحمد(٣٦) ، والبخارى فى الأدب المفرد(٣٧)، قال الحافظ ابن حجر: سنده صحيح۔"(٣٨)،(٣٩)

''اور آپ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسا کام نہ بتاؤں، جو درجے میں نماز، روزے اور زکوۃ سے بھی افضل ہے، لوگ عرض گذار ہوئے: کیوں نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا: وہ آپس کی صلح جوئی ہے جبکہ آپس کا فساد مونڈنے والا (تباہ کرنے والا) ہے، اس کو ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور اسے یعنی حضرت ابو الدرداءؓ کی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور اسی طرح اسے امام احمدؒ نے روایت کیا ہے اور امام بخاریؒ نے الأدب المفرد میں روایت کیا ہے، حافظ ابن حجرؒ نے کہا: اس کی سند صحیح ہے''

۱۰۔قبائل سے متعلقہ اُمور کی وضاحت

حکیم عبدالرؤف قادری داناپوری علیہ الرحمہ کا شمار برصغیر کے اردو سیرت نگاروں میں ہوتا ہے، انہوں نے سیرت پر جو کتاب تحریر فرمائی، اس کا نام ''أصح السير فى هدى خير البشر'' ہے، وہ اس میں قبیلہ عکل اور عرینہ کے متعلق کثیر معلومات درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''ابن حجر عسقلانیؒ فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ عُکل و عرینہ دو مشہور قبیلے ہیں، عکل ''بنی عدنان'' ہیں اور عرینہ ''بنی قحطان'' ہیں۔''(۴۰)،(۴۱)

۱۱۔مختلف فیہ مسئلہ کی توضیح میں اقوال

ضیاء النبی ﷺ، پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ کی اردو سیرت کے موضوع پر معروف تألیف ہے بلکہ اس کتاب نے برصغیر کے سیرتی ادب میں گراں قدر اضافہ کیا ہے یہ کتاب پیر صاحب کے کتب شروح حدیث سے استفادہ کا منہ بولتا ثبوت ہے بالخصوص عمدة القارى ، فتح البارى اوراشعة اللمعات، ان تین شروح سے وہ زیادہ اقتباسات نقل کرتے ہیں، آپ رؤیت باری تعالیٰ عزوجل کی بابت بحث کرتے ہوئے اشعۃ اللمعات کی عبارت نقل کرتے ہیں:

''حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ابن عمرؓ دریں مسئلہ مراجعت بوے کردہ پرسید کہ ''هَلْ رَاى محمد ربه'' پس وے گفت را ہ پس ابن عمر تسلیم نمودہ وقطعا براہ تردد وانکار

نرفتہ۔(۴۲)"

"حضرت ابن عمرؓ نے حضرت ابن عباسؓ سے اس مسئلہ کے بارے میں رجوع کیا، اور پوچھا: کیا حضورﷺ نے اپنے رب کا دیدار کیا؟ پس ابن عباس نے جواب دیا: حضورﷺ نے اپنے رب کا دیدار کیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے ان کے اس قول کو تسلیم کیا اور تردد وانکار کا راستہ اختیار نہیں کیا۔"(۴۳)

۱۲۔ کسی خبر کے وقوع میں زمانہ کا تعین

سیرت مصطفیٰ علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمیؒ کی تالیف ہے جو صحاح ستہ، چند کتب سیرت، کتب تفسیر اور کتب شروح حدیث سے ماخوذ ہے۔ آپ نے اپنی اس تالیف میں امام نوویؒ، امام کرمانیؒ، امام عینیؒ اور امام ابن حجرؒ، امام مغلطائیؒ اور دیگر محدیثین سے استفادہ کیا ہے، جیسا کہ آپ صحیح مسلم کی ایک حدیث کو ذکر کرنے کے بعد، امام نوویؒ کے حوالے سے اس کی توضیح بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حضرت ابوہریرۃؓ کا بیان ہے کہ حضور اقدسﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک حجاز کی زمین سے ایک ایسی آگ نہ نکلے جس کی روشنی میں بصریٰ کے اونٹوں کی گردنیں نظر آئیں گی۔(۴۴)

اس غیب کی خبر کا ظہور ۶۵۴ھ میں ہوا چنانچہ حضرت امام نوویؒ نے اس حدیث کی شرح میں تحریر فرمایا کہ یہ آگ ہمارے زمانے میں ۶۵۴ھ میں مدینہ کے اندر ظاہر ہوئی، یہ آگ اس قدر بڑی تھی کہ مدینہ کے مشرقی جانب سے لے کر حرہ کی پہاڑیوں تک پھیلی ہوئی تھی، اس آگ کا حال ملک شام اور تمام شہروں میں تواتر کے طریقے پر معلوم ہوا تھا اور ہم سے اس شخص نے یہ بیان کیا، جو اس وقت مدینہ میں موجود تھا۔"(۴۵)،(۴۶)

پس کتب شروح حدیث کے محولہ بالا اقتباسات سے جہاں کتب شروح حدیث سے سیرت نگاروں کے استفادہ کی نوعیت واہمیت کا پتہ چلتا ہے تو وہیں کتب شروح حدیث کا مصادر سیرت کو مستلزم ہونا بھی ثابت ہوتا ہے، پس اب حق تو یہ تھا کہ جہاں کتب حدیث کو مصادر سیرت میں شمار کیا جاتا ہے تو وہیں کتب شروح حدیث کو بھی سیرت کے مصادر میں ذکر کیا جاتا لیکن ایسا کہیں بھی نہیں کیا گیا، خواہ وہ مصادر سیرت کے موضوع پر مستقل لکھی جانے والی کتب ہوں یا پھر وہ مقدمہ ہائے کتب سیرت ہوں کہ جن میں مصادر سیرت پر خامہ فرسائی کی گئی ہے، پس مصادر سیرت کے ضمن میں کتب شروح حدیث کا ذکر کہیں بھی میسر نہیں آتا حالانکہ ایسا ہونا نہیں چاہیے تھا۔(۴۷)

یہاں اگر یہ کہا جائے کہ کتب حدیث میں کتب شروح حدیث بھی شامل ہوتی ہیں تو اس لیے کتب شروح حدیث کو جدا ذکر نہ کیا گیا تو یہ درست نہ ہوگا کیونکہ محققین کے نزدیک کتب حدیث اور کتب شروح حدیث دو جدا جدا

اصطلاحیں ہیں، جیسا کہ انہوں نے اپنی تصنیفات میں کتب حدیث اور کتب شروح حدیث کو دو جدا عناوین کے تحت علیحدہ علیحدہ قسم میں ذکر کیا ہے،(۴۸)اور اگر بالفرض کتب حدیث کی صنف میں کتب شروح حدیث کو شامل مان بھی لیا جائے تو کیا پھر کتب شروح حدیث کا یہ تحقیقی حق نہیں ہے کہ جہاں سیرت کے مصادر میں کتب حدیث کے مرکزی عنوان کے تحت کتب روایت کو مختلف ذیلی عناوین میں فردا فردا ذکر کیا جاتا ہے تو وہاں کتب شروح حدیث کا بھی کسی طور پر ذکر کیا جاتا، یقیناً جواب اثبات میں ہوگا لیکن ایسا نہیں کیا گیا۔ پھر طرفہ ماجرا یہ کہ عہد جدید میں ڈاکٹر اکرم ضیاء العمریؒ اور ضیف اللہ بن یحی الزھرانیؒ نے مصادر سیرت کو بنیادی اور ذیلی، دو اقسام میں منقسم کر کے بنیادی قسم میں قرآن کریم، حدیث شریف، کتب دلائل وشمائل کتب سیرت وتاریخ جبکہ تکمیلی میں کتب ادب، کتب تراجم، کتب جغرافیہ اور کتب فقہ وغیرہ کا ذکر تو کیا ہے لیکن انہوں نے بھی کتب شروح حدیث کو مصادر کی کسی بھی قسم میں شامل نہیں کیا(۴۹)، اور اسی طرح ڈاکٹر عطیہ مختار نے سیرت نبویہ کے مصادر کو مختلف جہات سے متعدد اقسام میں منقسم کیا ہے جیسے اسناد کے اعتبار سے، مرویات کی صحت کے اعتبار سے، موضوع کے اعتبار سے مصادر کی تقسیم وغیرہ،(۵۰) پھر اس کے بعد انہوں نے مزید دو اور اقسام، مصادر اصلیہ تاریخیہ اور مصادر اصلیہ حدیثیہ میں مصادر سیرت کو منقسم کیا ہے(۵۱) لیکن ان مذکورہ اقسام میں سے کسی ایک قسم میں بھی ڈاکٹر عطیہ نے کتب شروح حدیث کا ذکر نہیں کیا، حالانکہ کتب شروح حدیث کے کتب سیرت میں موجود کثیر اقتباسات وشواہد کے مطالعہ کی روشنی میں یہ فیصلہ کرنا مشکل نہیں ہے کہ کتب شروح حدیث کو یہ تحقیقی حق حاصل ہے کہ انہیں سیرت کے ذیلی یعنی تکمیلی مصادر میں مستقل عنوان کے ساتھ ذکر کیا جائے، کیوں کہ جب ادبی کتابوں، شاعری کے دیوان، رجال، سوانح، جغرافیہ، تاریخ، فقہ اور انساب کی کتابوں اور لغت کی معاجم کو سیرت کے ذیلی مصادر میں ذکر کیا جاتا ہے تو پھر کتب شروح حدیث کا تو بدرجہ اولی سیرت کے ذیلی مصادر میں ذکر کیے جانے کا حق بنتا ہے۔

پس یہ مسلسل وقوع پذیر ہونے والا ایک علمی تسامح ہے اور اب ضرورت اس امر کی ہے کہ یہ علمی، تحقیقی اور تاریخی تسامح اپنے صحیح انجام کار کو پہنچے یعنی، کتب شروح حدیث کو مصادر سیرت میں مستقل طور پر ذکر کیا جانا چاہیے۔

حوالہ جات وحواشی

(۱) عبدالمنعم السید نجم، تدوین السنة ومنزلتها، المدینة المنورة: الجامعة الاسلامیة، ۱۳۹۹ھ، ص:۴۶

(۲) البیھقی، ابوبکر، احمد بن الحسین، دلائل النبوة، بیروت، دار الکتب العلمیة، ۱۴۰۵ھ، ج:۶، ص:۳۴۶

(۳) الخطابی، ابوسلیمان حمد بن محمد، اعلام الحدیث فی شرح صحیح البخاری، مکة المکرّمة: مرکز احیاء التراث

الاسلامی، ۱۴۰۹ھ، ج:۱ص:۲۳۲۶

(۴) لبیھقی ،دلائل النبوۃ، ج:۶،ص:۳۴۶

(۵) قاضی عیاض، الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ،دار الفکر، ۱۴۰۹ھ، ج:۱ص:۳۴۷۔۳۴۸

(۶) بخاری ،محمد بن اسماعیل،ابو عبداللہ ،امام،صحیح البخاری،کتاب الجهاد والسیر،باب من علق سیفه بالشجرفی السفر عنه القائلة ،رقم الحدیث۲۹۱۰

(۷) المائدۃ۵:۱۱

(۸) قاضی عیاض،الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ،ج:۱ص:۳۴۷۔۳۴۸

(۹) الخطابی، ابوسلیمان حمد بن محمد، غریب الحدیث، بیروت: دار الفکر،۱۴۰۲ھ، ج:۱ص:۳۰۸

(۱۰) قاضی عیاض،الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ،ج:۱ص:۳۴۷۔۳۴۸

(۱۱) القشیر ی، صحیح مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین وقصرها، باب جامع صلوۃ اللیل ومن نام عنه أو مرض ،رقم الحدیث:۷۴۶

(۱۲) النووی، ابوزکریا یحیٰی بن شرف، تهذیب الاسماء واللغات، بیروت: دار الکتب العلمیۃ،س:ن، ج:۱ص:۳۸

(۱۳) ابن کثیر، ابوالفدا ء اسماعیل بن عمر،الفصول فی السیرۃ، بیروت:مؤسسۃ علوم القرآن،۱۴۰۳ھ،ص:۳۱۰

(۱۴) بخاری،صحیح بخاری، کتاب النکاح ، باب موعظة الرجل ابنته لمال زوجها،رقم الحدیث:۵۱۹۱

(۱۵) ابن حجر عسقلانی، شہاب الدین، احمد بن علی، فتح الباری شرح صحیح البخاری،بیروت:دارا لمعرفۃ ، ۱۳۷۹ھ، ج:۹،ص:۲۸۰

(۱۶) الحرضی العامری، یحیٰی بن أبی بکر،بهجة المحافل وبغیة الأ ماثل فی تلخیص المعجزات والسیر والشمائل، بیروت: دار صادر،س:ن، ج:۲،ص:۴۴

(۱۷) بخاری،صحیح بخاری، کتاب الدعوات، باب لکل نبی دعوۃ مستجابة،رقم الحدیث:۶۳۰۴

(۱۸) القسطلانی، شہاب الدین، أحمد بن محمد بن أبی بکر، المواهب اللدنیة بالمنح المحمدیة، القاهرۃ: س:ن، ج:۳،ص:۵۲۸

(۱۹) نوح ۷۱:۲۶

(۲۰) مریم ۱۹:۵۔۶

(۲۱) صٓ ۳۸:۳۵

(۲۲) قسطلانی، المواهب اللدنیة بالمنح المحمدیة،ج:۳،ص:۵۲۸

(۲۳) کرمانی، شمس الدین، محمد بن یوسف، الکواکب الدراری فی شرح صحیح البخاری، بیروت:دار احیاء

التراث العربی، ۱۴۰۱ھ، ج:۲،ص:۴۶

(۲۴) **عینی، بدرالدین،محمود بن احمد**، **دمشق**، **دارالفکر الطباعۃ المنیریۃ**، **س ن**، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، ج:۲،ص:۶۷

(۲۵) **قسطلانی**، المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، ج:۳،ص:۵۲۸

(۲۶) **الفاسی، ابوالطیب محمد بن أحمد، المکی**، شفاء الغرام بأخبار البلد الحرام، **بیروت: دارالکتب العلمیۃ**، ۱۴۲۱ھ، ج:۱، ص:۳۳۵

(۲۷) **بحرق الیمنی، محمد بن عمر**، حدائق الأ نوار ومطالع الأسرار فی سیرة النبی المختار، **جدة: دار المنہاج**، ۱۴۱۹ھ، ص:۵۶

(۲۸) **بخاری**، صحیح بخاری، کتاب الأدب، باب لم یکن النبیﷺ فاحشا ولامتفحشا، **رقم الحدیث**:۶۰۳۲

(۲۹) **الحلبی، ابوالفرج، برھان الدین، علی بن ابراہیم**، انسان العیون فی سیرة الأمین المأمون، **المعروف بالسیرة الحلبیۃ، بیروت**: ۱۴۲۷ھ، ج:۳،ص:۴۷۷

(۳۰) **ابن بطال، ابوالحسن علی بن خلف**، شرح صحیح البخاری، **الریاض**: **مکتبۃ الرشد**، ۱۴۲۳ھ، ج:۹،ص:۲۳۰

(۳۱) **الحلبی، ابوالفرج**، انسان العیون فی سیرة الأمین المأمون، **المعروف بالسیرة**، ج:۳،ص:۴۷۷

(۳۲) **النووی**، تهذيب الأسماء واللغات، **ج**:۱،ص:۲۱

(۳۳) **ابو بکر ابن العربی المالکی، محمد بن عبداللہ**، عارضة الأحوذی بشرح صحیح الترمذی، **بیروت**: **دار الکتب العلمیۃ**، س:ن، ج:۱۰،ص:۲۸۱

(۳۴) **ابو داؤد، سلیمان بن الأشعث السجستانی**، سنن أبی دائود، کتاب الأدب، باب فی اصلاح ذات البین، **رقم الحدیث**:۴۹۱۹

(۳۵) **ترمذی**، سنن الترمذی، ابواب صفة القیامة والرقائق والورع عن رسول الله ﷺ، باب، **رقم الحدیث**:۲۵۰۹

(۳۶) **احمد بن حنبل، احمد بن محمد، ابوعبداللہ، امام**، مسند امام احمد، **بیروت**: **مؤسسۃ الرسالۃ**، ۱۴۲۱ھ، **رقم الحدیث**:۲۷۵۰۸

(۳۷) بخاری، الأدب المفرد، باب اصلاح ذات البین، **رقم الحدیث**:۳۹۱

(۳۸) **المناوی، عبدالرؤف بن تاج العارفین**، فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، **مصر**: **المکتبۃ التجاریۃ الکبری**، ۱۳۵۶ھ، ج:۳،ص:۱۰۶

(۳۹) **اللحجی، عبداللہ بن سعید**، منتهی السؤل علی وسائل الوصول الی شمائل الرسول ﷺ، **جدة**: **دار المنہاج**،

۱۴۲۶ھ، ج:۲،ص:۳۴۵

(۴۰) ابن حجر العسقلانی،فتح الباری، ج:۱،ص:۳۳۷

(۴۱) عبدالرؤف، داناپوری، أصح السیر فی ھدی خیر البشر، کراچی: مجلس نشریات اسلام، س:ن،ص:۱۶۶

(۴۲) محدث دہلوی، عبدالحق، شیخ، أشعة اللمعات فی شرح المشکوۃ، نول کشور: ۱۹۳۶ء، ج:۴،ص:۴۳۱

(۴۳) الازہری، محمد کرم شاہ، پیر، ضیاء النبی ﷺ، لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۱۴۲۰ھ، ج:۲،ص:۵۳۳

(۴۴) القشیری، صحیح مسلم ، کتاب الفتن وأشراط الساعة، باب لاتقوم الساعة حتی تخرج نار من أرض الحجاز ،رقم الحدیث:۲۹۰۲

(۴۵) نووی، ابوزکریا یحیٰی بن شرف، المنهاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج، بیروت: داراحیاء التراث العربی، ۱۳۹۲ھ، ج:۱۸،ص:۲۸

(۴۶) اعظمی، عبدالمصطفیٰ، سیرت مصطفی، کراچی: دارالعلوم امجدیہ، ۱۴۱۷ھ،ص:۵۹۳

(۴۷) مهدی رزق الله أحمد ، ڈاکٹر، السیرة النبویة فی ضؤ المصادر الأصلیة، الریاض: مرکز الملک فیصل للبحوث والدراسات الاسلامیة، ۱۴۱۲ھ ؛ ۔ البکری، محمد انور بن محمد علی، مصادر تلقی السیرة النبویة، المدینة المنورة: مجمع الملک فهد لطباعة المصحف الشریف ، س:ن ؛ ۔ محمد عجاج بن محمد تمیم، لمحات فی المکتبة والبحث والمصادر، مؤسسة الرسالة ، ۱۴۲۲ھ ؛ ۔فاروق حمادة ، ڈاکٹر، مصادر السیرةالنبویة وتقویمها، دمشق: دارالقلم ، س:ن ؛ منیر محمد غضبان ،فقه السیرة النبویة، مکة المکرّمة ، مرکز بحوث الدراسات الاسلامیة ، ۱۴۱۳ھ،

(۴۸) خلدون بن محمد سلیم الأحدب، التصنیف فی السنة النبویة ، المدینة المنورة: مجمع الملک فهد لطباعة المصحف الشریف ، س:ن، ص: ۸۵ ؛ عبدالعزیز بن عبدالله الھلیل ، ڈاکٹر، التصنیف فی السنة النبویة وعلومها فی القرن الخامس الھجری المدینة المنورة: مجمع الملک فهد لطباعة ، المصحف الشریف ، س:ن ، ص:۴۵ ؛ محمد رشاد خلیفة ، مدرسة الحدیث فی مصر، القاهرة: الھیئة العامة لشئون المطابع الأمیریة ، س:ن، ص: ۱۲۸ ؛ غوری، عبدالماجد، مصادر الحدیث ومراجعه ، دمشق بیروت : دار ابن کثیر ۱۴۳۱ھ، ج:۲،ص:۹

(۴۹) ضیاء العمری، اکرم، ڈاکٹر، السیرةالنبویة الصحیحة، المدینة المنورة، مکتبة العلوم والحکم، ۱۴۱۵ھ،ص:۴۷ ؛ الزہرانی ،ضیف الله بن یحیٰی، مصادر السیرة النبویة، المدینة المنورة ، مجمع الملک فهد لطباعة المصحف الشریف، ،ص:۳۰

(۵۰) عطیہ مختار، ڈاکٹر، مصادر السیرة النبویة بین المحدثین والمؤرخین، ۱۴۲۷ھ،

(۵۱) ایضاً،ص:۷۲

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆